THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد چہارم] یکم صفر سنہ ۱۲۹۰ ہجری سنہ ۱۳۰۴ نبوی [نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا *

مسلمانوں میں سے جو شخص ساٹھہ روپیہ سالانہ پیشگی بطور چندہ دے وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں ممبر متصور ہوگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ معہ اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

ممبروں کو بلا قیمت یہہ پرچہ ملیگا اور اُن کو اُس کی تقسیم کا بھی بلا قیمت جسکو وہ چاہیں اختیار ہوگا *

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج کرنے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنھی سے کی جاوے کیونکہ یہہ پرچہ علیگڈہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اسی سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

مضمون نمبر ۳-۲

عقاید مذهب اسلام

عقیدہ سوم

متعلق بہ صفات باری جل جلالہ

وہ ہستی جسکو ہم خدا یا علۃالعلل کہتے ہیں نہ ہمارے دیکھنے میں آتا ہی نہ چھونے میں اور نہ خیال میں تو ہم بجز اتنی بات جاننے کے کہ ہی اور کچھ حقیقت اُسکی ذات کی نہیں جان سکتے — خدا بھی تو اپنی ذات کی حقیقت ہمکو نہیں بتا سکا — موسی نے پوچھا کہ فرعون کے پاس تیرا پیغام لیکر جاؤں تو کیا بتاؤں کہ تو کون ہی تو یہی جواب ملا کہ " میں وہی ہوں جو ہوں " پس جبکہ ہم ایک ذات کی حقیقت نہیں جان سکتے تو اُسکی صفات کی حقیقت بھی نہیں جان سکتے بلکہ درحقیقت اُسکو کسی صفت کا محل نہیں قرار دے سکتے *

تمام صفات جنکو ہم خیال کرسکتے ہیں وہ سب مفہومات ہیں جو ہمنے باعتبار اُن چیزوں کی حالتوں کے جنکو ہم دیکھتے ہیں یا چھوتے ہیں یا سونگتے ہیں یا سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں اخذ کیئے ہیں مگر جب کہ وہ ہستی ہماری ان سب حسوں سے اوپر ہی تو ہم کیونکر جان سکتے ہیں کہ وہ صفات اُس میں بھی ہیں یا وہ اُن صفات کا محل بھی ہو سکتی ہی اسلیئے تمام صفات جو خدا کی طرف نسبت کیجاتی ہیں اُنکو یوں کہا جاتا ہی کہ وہ صفات تو اُس میں ہیں مگر ویسی نہیں ہیں جیسیکہ ہم جانتے ہیں یعنی جو حقیقت اُن صفات کی ہمنے موجودات عالم سے اخذ کرکر سمجھی ہی وہ حقیقت اُن صفات کی نہیں ہی جو اُس میں ہیں اور یہہ کہنا ہمارا صاف صاف یہی کہنا ہی کہ اُن صفات کا جن کو ہم جانتے ہیں اُس میں ہونا نہیں جانتے *

خدا کو ہات پاؤں والا منہہ والا بولتا چلتا پھرتا سنتا دیکھتا کرتا کراتا جیتا جاگتا خوش ہونے والا خفا ہونے والا سب کچھہ کہتے ہیں مگر اُسکے ساتھہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے سے ہاتھہ پاؤں ہمارا سا منہہ ہمارا سا بولنا ہمارا سا چلنا پھرنا ہمارا سا سننا دیکھنا ہمارا سا کرنا کرانا ہمارا سا جینا جاگنا ہمارا سا خوش اور خفا ہونا نہیں ہے — مگر جب پوچھو کہ اگر ویسا نہیں ہی تو پھر کیسا ہی تو جواب یہی ہوگا کہ ہم نہیں جانتے — بات کا تو بہت اُلٹ پھیر ہوا مگر نتیجہ یہی نکلا کہ اُن صفات کا جنکو ہم جانتے ہیں اُس میں ہونا نہیں جانتے *

صفات باری کا اُسکی نسبت یقین کرنا اِس یقین سے نہیں ہی کہ درحقیقت وہ صفتیں جسطرح پر ہم اُنکو جانتے ہیں اُس میں ہیں یا وہ اُنکا محل ہی بلکہ وہ یقین اِس وجہہ سے ہی کہ ایسی ذات کو جو علۃالعلل ہی اِن صفات کے مشابہ صفتوں کا موصوف یا اِن صفات کی مانند قدرتوں پر قادر ہونا لازم ہی کیونکہ بغیر اُنکے وہ علت علۃ العلل نہیں ہوسکتی جسکا علۃ العلل ہونا تسلیم کیا تھا *

زندگی اور موت دو صفتیں ہیں جنکے مفہوم کو ہمنے جاندار چیزوں کے حالات سے اخذ کیا ہی پس کیا ہم یقین کرسکتے ہیں کہ اُس زندگی یا موت کا جسکو ہم جانتے ہیں خدا محل ہوسکتا ہی بااینہمہ ہم اُسکو حی لایموت کہتے ہیں — دہریوں نے مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں اُن لفظوں کو جو صفات باری کی نسبت بولے گئے ہیں اُنہی مفہومات کا دال سمجھہ لیا جو اُنہوں نے موجودات کے حالات سے اخذ کیئے تھے اور پھر اُن صفات کے منکر ہوکر کہنے لگے کہ ہم کیونکر یقین کریں کہ صفت قدرت کی یا رحم کی اُسمیں ہی ہم کہتے ہیں کہ ہم کب یقین کرتے ہیں اور ہم کب اُن صفتوں کا جن کو ہم جانتے ہیں اُس کو محل قرار دیتے ہیں بلکہ یہہ کہتے ہیں کہ جن صفتوں کو ہم جانتے ہیں ویسی ہی کچھہ اُس علۃالعلل کی ذات کو لازم ہیں اور اسی لیئے اُس کے لوازم ذاتی ہونے پر یقین ہی اور جو کہ ذات اور لوازم ذات عین ذات ہوتے ہیں اس لیئے ہم اُسکی صفات کو عین ذات اور اُس کی ذات کو عین صفات قرار دیتے ہیں اور اسی بنا پر یہہ ترانہ گاتے ہیں کہ " انا صفة من صفات الله و صفاته عینه فانا عینه " اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ " لیس فی جبتی سوا الله " اور جب اور زیادہ کھول کر کہنا چاہتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ " انا احمد بلا میم "

عشق کو مرد است مردی بر سر کار آورد
ورنہ چون موسی بسے آورد و بسیار آورد
گر همی خواهد که وصف ذات خود ثابت کند
یک اناالحق گوئی دیگر بر سر دار آورد
یوسف یعقوب را بودن به بازارش چه سود
مرد عشقی همچو احمد را به بازار آورد

غرض کہ ہم تمام صفات کو یا بطور ایجاب یا بطور سلب ذات باری کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اُس میں اُن صفات کے ہونے اور نہونے کا بھی یقین کرتے ہیں مگر نہ اس وجہہ سے کہ وہ اُن کا محل ہی بلکہ اس وجہہ سے کہ ہمکو اُن مفہومات کے من حیث الاطلاق لوازم ذاتی علۃالعلل کے ہونے پر یقین کلی ہی — بااینہمہ جسطرح ہم اُس کی ذات کی حقیقت کو نہیں جانتے اسی طرح اُس کی صفات کی حقیقت کو بھی نہیں جانتے *

بانی اسلام نے بهی اُن کی حقیقت کا جاننا همارے ایمان کا جزو نهیں قرار دیا بلکه خود اُس نے اُن کی حقیقت کو کچهه نهیں بتلایا غفور — رحیم — قادر — حی — قیوم — بتایا اور اس بتانے سے اُس کی ذات کا اُن کا محصل هونا لازم نه آیا تو ایسا سوال کرنا خود هماری غلطی هی *

خدا کے ساتهه جن صفتوں کو هم بتاتے هیں گو اُن کے مفهومات تو موجودات کے حالات سے اخذ کیئے هوئے هیں مگر خدا کی طرف من حیث الاطلاق نسبت کرتے هیں بلکه اطلاق کی قید سے بهی مطلق رکهتے هیں تاکه صرف مفهوم هی مفهوم باقی رهجاوے اور اسی لیئے جب کسی صفت کو کهتے هیں که هی تو یهه بهی کهتے هیں که ایسی نهیں هی *

یهه ایک بحث عام صفات باری کی نسبت تهی اور آینده هم وقتاً فوقتاً هر ایک صفت کی نسبت خاص خاص بحث کرینگے والله ولی التوفیق *

راقم
سید احمد

نمبر ۲۰۵

مسئلهٔ جبر و اختیار

خط بنام سید احمد خاں بهادر سی ایس آئی

خانصاحب بهادر خیر خواه مسلمانان الله آپکو سلامت رکهے اور توفیق رفیق اسکی همیشه عطا کرے *

سید محمد حسن نایب تحصیلدار صدر تحصیل الهآباد بعد اشتیاق و اداے رسم سنت نبی علیه السلام عرض مدعا یهه کرتا هی که اس عریضه کے ساتهه ایک پرچه جو عدم ثبوت نبوت اور نقاب خدا پر هی آپ کی خدمت میں اس غرض سے بهیجتا هوں که درد دلی کے ساتهه جو عام مسلمانان کی طرف سے آپ کے دل میں هی جواب لکهکر مجهے عنایت فرماویں مگر واضح رهے که معترض صرف وحدانیت باریتعالی اور اُس کے قادر مطلق هونے کا قایل هی جو کچهه اسکے جواب میں بحث کی جاویگی من حیث العقل یا نقل کتب تواریخ اکبر سے هو چونکه آپ سے بهتر میری دانست میں کوئی جواب اسکا معقول اور مسکت نهیں دے سکتا لهذا بهیجتا هوں مورخه ۱۱ ذیحجه سنه ۱۲۸۹ هجری مطابق ۱۰ فروری سنه ۱۸۷۳ع منمقام صدر تحصیل الهآباد *

سوال

مجهکو بڑا اعتراض نبوت پر یهه هی که خدا نے نبی و پیغمبر کیوں پیدا کیئے اسکے جواب میں اهل مذهب بهت کچهه تاویل تاویلیں بیان کرینگے مگر شاید اُس طرائق کا نتیجه یهه نکالیں گے که نبی صرف اس کام کے واسطے پیدا کیئے گئے هیں که مخلوقات پر خدا کی وحدت ظاهر کریں اور اُس کی عبادت پر آماده کریں اور نیک و بد کی تمیز بتلاویں کیونکه وه نبی جو هدایت کرتے هیں یهه بهی کهتے هیں که خدا نے دوزخ و بهشت بهی پیدا کیئے هیں جو لوگ خدا کو پهچانتے هیں سواے اُس کے دوسرے کو اپنا خالق نهیں جانتے اور اُسیکی عبادت کرتے هیں اور بدی سے نفرت اور نیکی سے رغبت کرتے هیں وه بهشت میں جاوینگے اور جو اُس کے خلاف کرتے هیں بهشت میں نه جاوینگے *

پس ضرور هی که اگر خدانے انسان کو اسواسطے پیدا کیا هی که بعد مرنے کے اپنے افعال کی سزا یا جزا پاوے تو یهه امر ضرور هی که اُسنے انسان کو فعل مختار پیدا کیا هوگا مگر مسلمانوں کے کلام الله سے تو انسان کا فعل مختار هونا ثابت نهیں هوتا کیونکه کلام الله میں شروع آیت سے سورهٔ بقره میں لکها هی "ان الذین کفروا سواء علیهم وانذرتهم ام لم تنذرهم لایومنون ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصار هم غشاوة ولهم عذاب عظیم (سورهٔ بقره) یعنی وے لوگ جو کافر هیں اُن کے لیئے برابر هی تو نصیحت دے یا ندے وه ایمان نه لاوینگے خدا نے اُنکے دلوں پر اور کانوں پر مهر کردی هی اور اُنکی آنکهوں پر پرده ڈال دیا هی وه بڑے عذاب میں پڑینگے — من یهدی الله فهو المهتد و من یضلل فاولئک هم الخاسرون — و لقد ذرأنا لجهنم کثیرا من الجن والانس (سورهٔ اعراف) یعنی جسے خدا هدایت کرتا هی راه پاویگا اور جنهیں خدا گمراه کرتا هی وه لوگ هلاک هونگے تحقیق که همنے بهتوں کو جنوں اور انسانوں میں سے جهنم کے لیئے پیدا کیا هی — اب کئی وجوهات سے انسان کا فعل مختار هونا ثابت نهیں هوتا — اول یهه که خدا نے کافروں کے دلوں اور کانوں پر مهر کردی اور آنکهوں پر پرده ڈال دیا اور وعده کرچکا که وه بڑے عذاب میں پڑینگے دویم یهه که اُسنے بخصوص بهت آدمی جن و انس میں سے دوزخ کے لیئے پیدا کیئے هیں تو اُنکے سواے جو باقی رهے وه جنتی هیں اب نبی کیوں پیدا هوئے جو خوف بعد مردن تها وه طی هوگیا که جنکو خدا نے دوزخ کے لیئے بنایا هی وه دوزخ میں جاوینگے جنکو بهشت کے لیئے وه بهشت میں اب نبی کیا هدایت کرینگے — میں کهتا هوں که خدا نے ایک شخص کو دوزخ کے لیئے پیدا کیا هی اب نبی اُس پر کیا هدایت کریگا وه نبی کی هدایت سے بهشت میں تو جانے سے رها اگر بهشت میں جاویگا تو پهر خدا کا وعده جهوٹا هوا جاتا هی اور اگر صرف جنتی آدمیوں کے لیئے نبی پیدا هوئے هیں تو اُنکو نبی کیا

مسئلہ جبر و اختیار

ہدایت کرینگے وہ تو خاص جنت کے واسطے پیدا ہوئے ہیں جو فعل چاہیں سو کریں اگر وہ کوئی فعل بد کرتے ہیں اس سبب سے وہ جنت کے لائق نہیں رہتے دوزخ کی اُن کے لیئے ضرورت ہوئی اور کس اُمید پر اپنے نبی کی اطاعت کرینگے کیونکہ اگر اطاعت کرینگے تو بہشت میں جاوینگے نکرینگے تو جاوینگے خدا نے تو ہمکو اس واسطے پیدا ہی کیا ہی — تیسرے یہہ کہ جب وہ بہشت و دوزخ کے واسطے مخصوص آدمی پیدا کرچکا تو پھر نبی کو یہہ حکم کیوں دیا کہ جو ایمان نہ لاوے اُس کو قتل کرو اور گھر بار لوٹ لو اس سے خدا کا ظلم ثابت ہوتا ہی اور جب نبی کو حکم قتل کافران دیا گیا تو پھر نبی نے چار چار پانچ پانچ ہزار جزیہ معین کرکے کافروں کو کیوں چھوڑا اگر بحکم خدا یہہ جزیہ لیکر کافروںکو چھوڑا تو خدا لالچی تھوڑا روپیہ کے مقابلہ میں ایمان کو کچھہ نہ سمجھا اور اگر نبی نے اپنی راے سے یہہ حکم دیا تو خدا کی عدول حکمی کی اُس کی بات کب قابل اعتبار ہوسکتی ہی *

اب آیات مذکورہ سے خدا کا بڑا ظلم ثابت ہوتا ہی جبکہ اُس نے خود انسان کو مخصوص واسطے بہشت اور دوزخ کے پیدا کیا تو پھر نبی بھیج کر زبردستی قتل کروایا گھر لٹوایا اُن کی عورات کو [illegible] مسلمانان کے ہاتھہ سے بے حرمت کروایا یہہ ظلم تو اُس نے خلایق پر کروایا دوسرا ظلم اُس نے اپنے نبی پر کیا وہ یہہ ہی کہ نبی نے اُسکے حکم سے کافروں کو قتل کیا تھا مگر اُس نے اس عوض کا بدلا نبی سے یوں لیا کہ اُن کے نواسہ امام حسین کو ظالم اور کافروں کے ہاتھہ سے جو بمجبور ایمان لائے تھے قتل کروایا اُن کی عورت کو در بدر شہر بشہر بے عزت و بے حرمت کروایا پس خدا نہ اپنی خلایق کا دوست ہی نہ اپنے دوست کا دوست ہی میں تو یقین نہیں کرتا کہ یہہ فعل خدا کے ہیں خدا کا یہہ کام نہیں کہ ایسے ظلم کرے خدا تو واحد ہی اور رحیم ہی اُس نے اگر نبی پیدا کیئے ہونگے تو صرف خلایق کی ہدایت کو نہ کہ واسطے ظلم کے *

سائل
محمود حسن

جواب

مجھے یقین ہی کہ آپ نے یہہ سوال بنظر تحقیق ایک مسئلہ کے پیش کیا ہی جس کا حل میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح پر کسی نے نہیں کیا جس سے معترض کے دل کو تشفی ہو جاوے *

مگر قبل تحریر جواب کے دو تین باتیں بطور تمہید کے عرض کیا چاہتا ہوں *

تمہید اول یہہ بات مسلم ہی کہ خدا علۃالعلل جمیع کائنات کا ہی پس اگر تمام حوادث و واقعات اور افعال کو جو مخلوقات سے ہوتے ہیں خدا اپنی طرف نسبت کرے اور ہر چیز کی نسبت یہہ کہے کہ میں نے کیا تو یہہ نسبت بالکل صحیح و درست ہی اور ایسی حالت میں جب کہ ایک گروہ انسانوں کا یہہ سمجھتا ہو کہ خالق خیر یزدان اور خالق شر اہرمن ہی اور اُن کا مذہب اُس ریگستان میں بھی پھیل گیا ہو جہاں اُن غلطیوں کا اصلاح کرنے والا پیدا ہوا ہو تو اس باریک دقیقہ کو کہ تمام چیزوں کی علۃالعلل صرف ایک ہی ذات ہی بار بار بیان کرنا اور ہر دم یاد دلانا نہایت ضرور ہی *

مگر مجرد اس کہنے سے جو صرف بسبب علۃالعلل ہونے کے کہا جاتا ہی فاعل کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا *

ہمنے ایک شخص کو نشانہ لگانا سکھایا اب وہ جس جس کو مارتا ہی ہم کہتے ہیں کہ ہمنے مارا مگر صرف اس کہنے سے یہہ بات کہ قاتل کو مقتولین کے قتل پر ہمنے مجبور بھی کیا تھا لازم نہیں آتی *

تمہید دوم — وہ علۃالعلل اپنے معلولات کے تمام حالات کا علم واقعی رکھتی ہی جسکو ہم تقدیر کہتے ہیں یعنی ہماری تحقیق میں علم باری ہی کا نام تقدیر ہی۔ پس اگر وہ علۃالعلل اپنے معلول کی نسبت بسبب اپنے علم واقعی کے یہہ کہے کہ ہمنے اُسکو ہدایت کی اور ہمنے اُسکو گمراہ کیا ہمنے اُسکو بہشت کے لیئے پیدا کیا اور ہمنے اُسکو دوزخ کے لیئے بنایا تو یہہ کہنا بالکل صحیح ہی اپنی طرف اُن باتوں کو نسبت کرنا تو بسبب علۃالعلل ہونے کے ہی اور نتیجوں کو بیان کرنا بسبب اپنے علم واقعی کے ہی مگر اس سے اُس فاعل کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا *

مثلاً فرض کرو کہ ایک نجومی ایسا بڑا کامل ہی کہ جو کچھہ آیندہ کے احکام بتاتا ہی اُس میں سر مو فرق نہیں ہوتا اب اُس نے ایک شخص کی نسبت بتایا کہ وہ ڈوب کر مریگا اُس کا ڈوب کر مرنا تو ضرور ہی اس لیئے کہ نجومی کا علم واقعی ہی مگر اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ اُس نجومی نے اُس شخص کو ڈوبنے پر مجبور کردیا تھا پس جو علم الہی میں ہی یا یوں کہو کہ جو تقدیر میں ہی وہ ہوگا تو ضرور مگر اُس کے کرنے پر خدا کی طرف سے مجبوری نہیں ہی بلکہ خدا کے علم کو اُس کے جاننے میں یا تقدیر کو اُس کے ہونے میں مجبوری ہی پس اسیکی نسبت یہہ کہنے سے کہ وہ دوزخی ہی یا جنتی اُسکو دوزخی و جنتی ہونے میں کچھہ مجبوری نہیں ہی *

اس بات سے دھوکا مت کھانا کہ خدا نے یہہ کہا کہ ہمنے جنتی کیا یا دوزخی پیدا کیا کیونکہ یہہ نسبت اپنی طرف صرف علۃالعلل

ہونے کے سبب سے ہی اور تمہید اول میں بیان ہوچکا ہی کہ اُسکو فاعل کی مجبوری لازم نہیں ہی *

تمہید سوم — ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو افعال انسان سے سرزد ہوتے ہیں اُس کے اعضا کی ترکیب ہی ایسی ہوتی ہی جس سے اُن افعال کا اُس سے سرزد ہونا ضروری ہوتا ہی پس اُس انسان کی نسبت جو نیک بات کو نہیں مانتا اور اچھی نصیحت کو نہیں سنتا اور بدی میں پڑتا ہی یہہ کہنا بالکل سچ ہی کہ خدا نے اُس کے دل پر مہر کردی ہی اور آنکھوں پر پردہ ڈالدیا ہی اُن کی قسمت میں محض عذاب ہی اور اُن کو جہنم کے لیئے پیدا کیا ہی مگر اس بات سے انسان کا مجبور ہونا ثابت نہیں ہوتا *

اُن کی قسمت میں محض عذاب کا یا اُن کو جہنم کے لیئے پیدا ہونا بیان کرنا تو بسبب اُسی علم باری کے ہی جسکو ہمنے تمہید دوم میں ثابت کیا ہی کہ اُس سے فاعل کی مجبوری لازم نہیں آتی مگر آنکھوں پر پردہ ہونے اور دل پر مہر ہونے کے سبب نصیحت کا نہ ماننا ممکن ہی نہ طبعی مجبوری کے سبب ہو مگر اُس سے انسان کسی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا ہی *

ہمارا اعتقاد یہہ ہی کہ " نہ عابد کی نجات عبادت پر ہی اور نہ فاسق کی درکات اُس کے فسق پر بلکہ انسان کی نجات صرف اس پر ہی کہ جو قوی خدا تعالی نے اُس میں رکھے ہیں اور جسقدر رکھے ہیں اُن سب کو بقدر اپنی طاقت کے کام میں لاتا رہے اگر قوائے بہیمیہ اُس پر غالب ہیں اور قوائے ملکیہ کمزور تو اُن کم زور قوی کو بیکار نہ چھوڑے اُنکو بھی کام میں لاتا رہے کہ یہی اُن گناہوں کا علاج ہی جسکو انبیاء کی زبان میں توبہ اور کفارہ کہتے ہیں اور جسکو شارع نے ان عمدہ لفظوں میں کہ التایب من الذنب کمن لاذنب لہ بیان فرمایا ہی *

گو ہماری طبیعت کیسی ہی بدی پر مجبول ہو لیکن خود ہم اپنے آپ میں دو چیزیں پاتے ہیں ایک اُس کام کرنے کا ارادہ جسکو ہم کیا چاہتے ہیں اور ایک وہ دلی سچائی جو ہمکو اُس کام کی بھلائی یا برائی بتلاتی ہی جسکو عوام الناس کبھی اس تقریر سے بیان کرتے ہیں کہ " دل پکڑا جاتا ہی " انگریزی زبان میں اسکا نام " کانشنز " ہی اور ہم اُسکو " نور قلب " کہتے ہیں اور خاص مسلمانی مذہب کے محاورہ میں " نور ایمان " پس ہر ایک انسان کافر و مسلمان یہہ دونوں قوتیں اپنے میں رکھتا ہی اور ہم یقینی جانتے ہیں کہ ہم ان دونوں کو کام میں لانے پر قادر اور خود مختار ہیں *

اب اگر ہماری بناوٹ ایسی ہی جس میں قوائے بہیمیہ ہم پر غالب ہیں تو ضرور وہ گناہ ہم سے ہوگا پس اگر ہمنے اُس قوۃ کو جو اُس کی برائی ہمکو بتاتی ہی بیکار نہیں چھوڑا تو ہم پر کچھہ گناہ نہیں ہی کیونکہ ہمنے پورا پورا اپنا فرض ادا کیا ہی اور اگر ہمنے اُس نور قلب کو بیکار چھوڑ دیا ہی تو ہم خود اپنے اختیار سے گناہگار اور مستوجب عذاب ہوتے ہیں مگر جو کہ خدا اسبات کو جانتا ہی کہ کون اُس نور قلب کو کام میں لاویگا اور کون بیکار چھوڑدیگا تو قبل وقوع اُس واقع کے بلا تشبیہہ مثل اُس کامل نجومی کے فرمادیتا ہی کہ ہمنے بہتوں کو جہنم کے لیئے اور بہت کو بہشت کے لیئے پیدا کیا ہی *

یہہ بھی ہم خود اپنے آپ میں پاتے ہیں کہ گو ہماری جبلت میں قوائے بہیمیہ کیسی ہی زورآور پیدا ہوئی ہوں لیکن اگر ہم اُس نورانی قوت کو کام میں لائے جاتے ہیں اور افعال ذمیمہ کو برا جانے جاتے ہیں اور اُنکے کرنے پر دل میں ندامت پاتے ہیں تو کبھی تو ایسا ہوتا ہی کہ وہ قوائے بہیمیہ بالکل کمزور ہوکر اعتدال پر آجاتی ہیں اور اُس نورانی قوۃ کی سلطنت سب پر ہوجاتی ہی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ اُن قوائے بہیمیہ کا وہ زور شور نہیں رہتا یہی نیچر کا مسئلہ ہی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے ہمکو بتایا ہی *

عن ابی ہریرۃ قال جاء ناس من اصحاب رسول اللہ صلعم الی النبی صلعم فسالوہ انا نجد فی انفسنا ما یتعاظم احدنا ان یتکلم بہ قال او قد وجدتموہ قالوا نعم قال ذلک صریح الایمان رواہ مسلم *

مگر جب وہ نورانی قوت بیکار چھوڑدی جاتی ہی تو وہ نہایت ہی کم زور رہتی ہی اور کبھی ایسی ہوجاتی ہی کہ گویا معدوم ہی پس جس چیز پر ہم مجبور ہیں وہ باعث عذاب نہیں بلکہ ترک فعل اختیاری کا یعنی نہ کام میں لانا اُس نورانی قوۃ کا باعث عذاب ہی *

تمہید چہارم — میں سمجھتا ہوں اور جو شخص تقلید سے علحدہ ہوکر غور کریگا یقینی جانیگا کہ اکثر عالموں نے قران مجید کی حالت کی نسبت غلط فہمی کی ہی قران مجید کی دو حالتیں ہیں ایک حالت اُس کی اُسکا قران یعنی وحی منزل من اللہ ہونا ہی میرا عقیدہ ہی کہ قران مجید بالفاظہ منزل من اللہ ہی جسکو میں وحی متلو کہتا ہوں پس ہمارا ایمان ہی کہ ہم اُسکے ہر ہر لفظ کو منزل من اللہ سمجھتے ہیں — دوسری حالت اُسکی اُس کے معنی قرار دینا اور اُس سے مطلب اور مراد کا اخذ کرنا ہی اس حالت میں قران مجید مثل ایک فصیح و بلیغ انسان کے کلام کے متصور ہوتا ہی اور جس طرح کہ ہم ایک فصیح و بلیغ انسان کے کلام کے معنی لیتے ہیں اور اُسکا مطلب و مراد ٹھہراتے ہیں اُسی طرح بلا تشبیہہ قران مجید کے بھی معنی لینگے اور اُس کا مطلب و مراد قرار دینگے اور اسرقت کسطرح کا

تو وہ قرآن مجید و کلام انسانی میں تفریق کریں کیونکہ قرآن مجید انسان کی زبان اور اہل عرب کی بول چال میں نازل ہوا ہی پس اُس میں بلحاظ دیگر حالات کے جو کچھہ بزرگی منزل من اللہ ہونے کی ہو سو ہو وہ جدا بات ہی مگر اُسکے معنی قرار دینے اور مطلب و مراد اخذ کرنے میں اُس میں اور انسان کے کلام میں کچھہ فرق نہیں ہی *

اِن تمہیدات کے بعد میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ان آیات قرآنی سے جنکا آپ نے اپنے سوال میں ذکر کیا ہی اور نیز مثل اُن کے جو اور آیتیں ہیں اُن سے بھی انسان کا مجبور ہونا پایا نہیں جاتا *

آیت سورہ بقر کا اخیر جملہ یعنی "ولہم عذاب عظیم" تو کافروں کے حال کی پیشین گوئی ہی جس سے حسب بیان تمہید سوئم اُنکا مجبور ہونا لازم نہیں آتا اور پہلے جملے یعنی "ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوہ" اُنکی جبلت کا حال ہی مگر یہہ حال بشرطیکہ دوسری قوۃ بیکار نچھوڑی جاوے باعث درکات نہیں *

اب بلحاظ تمہید چہارم اس آیت پر غور فرمائیے اور اُس کو بلا تشبیہہ ایک انسان فصیح و بلیغ کا کلام سمجھیئے اور یوں خیال کیجیئے کہ ایک ناصح شفیق کسیکو افعال ذمیمہ چھوڑنے اور اخلاق حمیدہ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہی اور وہ شخص اُس کی نصیحتوں پر کان بھی نہیں دھرتا اس حالت کو دیکھہ کر ایک شخص کہتا ہی کہ بدذاتوں نا اہلوں کو تم نصیحت کرو یا نکرو وہ کبھی نیک بات نہیں سیکھنے کے اُن کے دل پتھر کے اور اُن کی آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہیں خدا نے اُن کے دلوں پر مہر لگادی ہی اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا ہی *

اب جو شخص ان باتوں کو سنیگا کیا یہہ سمجھے گا کہ اس شخص نے یا خدا نے اُس بد ذات آدمی کے دل پر مہر لگاکر اور اُس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ ڈالکر ناصح کی نصیحت نماننے پر مجبور کردیا ہی کبھی کوئی ایسا نہیں سمجھہ سکتا بلکہ ہر کوئی یہی سمجھیگا کہ اس کہنے سے اُس بد ذات نا اہل آدمی کی نہایت بد ذاتی اور نا اہلی کا جتانا اور اور لوگوں کو عبرت دلانا مقصود ہی *

میری سمجھہ میں ایسے کلام انسانی میں کوئی شخص ان الفاظ انشائیہ سے اُن کے حقیقی معنی نہیں لے سکتا پس خدا تعالی کے اس قسم کے کلام کو جو انسانی بول چال پر ہی زیادہ اُس کی منشاء سے بڑھانا اور اُن الفاظ کو جو بطور خطابیات کے واقع ہیں حقیقی انشائیات سمجھنا بڑی غلطی ہی *

خدا نے اِن پڑھ بدوؤں کے لیئے اُنھی کی زبان میں قرآن اوتارا ہی پس ہمیشہ قرآن مجید کے سیدھے سیدھے صاف صاف معنی لینے چاہیئیں اور نکات بعد الوقوع اور کنایات و اشارات و استعارات و دلالت کی قسم کو اُس میں گھسیڑ کو اُس کو کھینچنا اور تاننا نہیں چاہیئے اس قسم کے معنی قرآن مجید سے نکالنے خیالات شاعرانہ سے زیادہ کچھہ رتبہ نہیں رکھتے *

اب آپ سورہ اعراف کی آیتوں پر جو آپ کے سوال میں مندرج ہیں لحاظ فرمائیے کہ اهتدا اور اضلال کی نسبت جو خدا نے اپنی طرف کی ہی وہ اُسی علۃ العلل ہونے کے سبب سے کی ہی کیونکہ قوۃ اهتدا اور اضلال دونوں اُسی نے دی ہیں، مگر اس نسبت سے یہہ لازم نہیں آتا کہ مہتد اور مضل ہونے پر اُس نے مجبور کردیا ہی *

اگر آپ کو میرا یہہ بیان پسند ہوگا تو آپ یقین کرینگے کہ قرآن مجید سے انسان کا مجبور ہونا ثابت نہیں ہوتا تو اب نیرہ پر کچھہ اعتراض نہیں ہوسکتا *

ایمان نہ لانے پر قتل کرنے کا اور گھر بار لوٹ لینے کا شریعت میں کہیں حکم نہیں ہی چند روز ہوئے کہ جہاد کے مسئلہ پر میں چھوٹی بحث کرچکا ہوں اور حقیقت جہاد کو میں نے اپنی کتاب خطبات احمدیہ اور ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب کے جواب میں بالتفصیل لکھا ہی آپ اُس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں *

اور شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت جو آپنے خدا کا اپنے نبی پر ظلم کرنے کا ذکر کیا ہی یہہ بات تو کوئی مسلمان کیا شیعہ اور کیا سنی نہیں کہتا اور کسی کا بھی یہہ اعتقاد نہیں ہی کہ حضرت امام کافروں کے خون کے بدلے میں شہید ہوئے ہیں *

یہہ مسئلہ جو میں نے بیان کیا کسیقدر باریک ہی اور اُس پر غور درکار ہی اور مجھے اُمید ہی کہ آپ اور نیز اور لوگ جن کی نگاہ سے میری یہہ تحریر گذرے وہ قبل اس کے کہ اس پر رد و قدح کریں ذرا دل لگاکر غور فرماوینگے *

راقم
سید احمد

نمبر ۲۰۴

گذرا ہوا زمانہ

برس کی اخیر رات کو ایک بڈھا اپنے اندھیرے گھر میں اکیلا بیٹھا ہی رات بھی ڈراونی اور اندھیری ہی گھٹا چھا رہی ہی بجلی تڑپ تڑپ کر کڑکتی ہی آندھی بڑے زور سے چلتی ہی دل کانپتا ہی اور دم

گذرا ہوا زمانہ

گذرا ہوا زمانہ

گھبراتا ہے — بڈھا نہایت غمگین ہے مگر اُسکا غم نہ اندھیرے گھر پر ہے نہ اکیلے پن پر اور نہ اندھیری رات اور بجلی کی کڑک اور آندھی کی گونج پر اور نہ برس کی اخیر رات پر — وہ اپنے پچھلے زمانہ کو یاد کرتا ہے اور جتنا زیادہ یاد آتا ہے اُتنا ہی غم بڑھتا ہے ہاتھوں سے ڈھنکے ہوئے مونھہ پر آنکھوں سے آنسو بھی بہے چلے جاتے ہیں *

بچپنہ زمانہ اُس کی آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے اپنا لڑکپن اُس کو یاد آتا ہے جبکہ اُسکو کسی چیز کا غم اور کسی بات کی فکر دل میں نہ تھی روپیہ اشرفی کے بدلے ریوڑی اور مٹھائی اچھی لگتی تھی سارا گھر ماں باپ بھائی بہن اُس کو پیار کرتے تھے پڑھنے کے لیئے چھٹی کا وقت جلد آنے کی خوشی میں کتابیں بغل میں لے مکتب میں چلا جاتا تھا — مکتب کا خیال آتے ہی اُسکو اپنے ہم مکتب یاد آتے تھے وہ اور زیادہ غمگین ہوتا تھا اور بے اختیار چلا اُٹھتا تھا "ہاے وقت ہاے وقت ہاے گذرے ہوئے زمانے افسوس کہ میںنے تجھے بہت دیر میں یاد کیا" *

پھر وہ اپنی جوانی کا زمانہ یاد کرتا تھا اپنا سرخ سفید چہرہ سڈول ڈیل بھرا بھرا بدن رسیلی آنکھیں موتی کی لڑی سے دانت اُمنگ میں بھرا ہوا دل جذبات انسانی کے جوشوں کی خوشی اُسے یاد آتی تھی — اُس آنکھوں میں اندھیرا چھائے ہوئے زمانہ میں ماں باپ جو نصیحت کرتے تھے اور نیکی اور خدا پرستی کی بات بتاتے تھے اور یہہ کہتا تھا کہ "آہ ابھی بہت وقت ہے" اور بڑھاپے آنے کا کبھی خیال بھی نکرتا تھا اُس کو یاد آتا تھا اور افسوس کرتا تھا کہ کیا اچھا ہوتا اگر جب ہی میں اسوقت کا خیال کرتا اور خدا پرستی اور نیکی سے اپنے دل کو سنوارتا اور موت کے لیئے طیار رہتا آہ وقت گذر گیا آہ وقت گذر گیا اب پچھتانے کیا ہوتا ہے افسوس میںنے آپ اپنے تئیں ہمیشہ یہہ کہکر برباد کیا کہ "ابھی وقت بہت ہے" *

یہہ کہکر وہ اپنی جگہہ سے اُٹھا اور ٹٹول ٹٹول کر کھڑکی تک آیا کھڑکی کھولی دیکھا کہ رات ویسی ہی ڈراونی ہے اندھیری گھٹا چھا رہی ہے بجلی کی کڑک سے دل پھٹا جاتا ہے ہولناک آندھی چل رہی ہے درختوں کے پتے اُڑتے ہیں اور ٹہنے ٹوٹتے ہیں تب وہ چلاکر بولا "ہاے ہاے میری گذری ہوئی زندگی بھی ایسی ہی ڈراونی ہے جیسی یہہ رات" یہہ کہکر پھر اپنی جگہہ آ بیٹھا *

اتنے میں اُسکو اپنے ماں باپ بھائی بہن دوست آشنا یاد آئے جنکی ہڈیاں قبروں میں گل کر خاک ہوچکی تھیں ماں گویا محبت سے اُسکو چھاتی سے لگائے آنکھوں میں آنسو بھرے کھڑی ہے یہہ کہتی ہوئی کہ ہاے بیٹا وقت گذر گیا باپ کا نورانی چہرہ اُسکے سامنے ہے اور اُس میں سے یہہ آواز آتی ہے کہ کیوں بیٹا ہم تمہارے ہی بھلے کے لیئے نہ کہتے تھے بھائی بہن دانتوں میں اُنگلی دبائے خاموش ہیں اور اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہے دوست آشنا سب غمگین کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ہم کیا کرسکتے ہیں *

ایسی حالت میں اُس کو اپنی وہ باتیں یاد آتی تھیں جو اُسنے نہایت بیپروائی اور بے مروتی اور کج خلقی سے اپنے ماں باپ بھائی بہن دوست آشنا کے ساتھہ برتی تھیں ماں کو رنجیدہ رکھنا باپ کو ناراض کرنا بھائی بہن سے بیمروت رہنا دوست آشنا کے ساتھہ ہمدردی نہ کرنا یاد آتا تھا اور اُس پر اُن کی عقبوں میں سے ایسی محبت کا دیکھنا اُس کے دل کو پاش پاش کرتا تھا اُسکا دم چھاتی میں گھٹ جاتا تھا اور یہہ کہکر چلا اُٹھتا تھا کہ "ہاے وقت نکل گیا ہاے وقت نکل گیا اب کیونکر اسکا بدلا ہو" *

وہ گھبراکر پھر کھڑکی کی طرف دوڑا اور ٹٹولتا ٹٹولتا کھڑکی تک پہونچا اُسکو کھولا اور دیکھا کہ ہوا کچھہ ٹھہری ہے اور بجلی کی کڑک کچھہ تھمی ہے پر رات ویسی ہی اندھیری ہے اُس کی گھبراہٹ کچھہ کم ہوئی اور پھر اپنی جگہہ آبیٹھا *

اتنے میں اُسکو اپنا ادھیڑپنا یاد آیا جس میں نہ وہ جوانی رہی تھی اور نہ وہ جوانی کا جوبن نہ وہ دل رہا تھا اور نہ دل کے ولولوں کا جوش — اُسنے اپنی اُس نیکی کے زمانہ کو یاد کیا جس میں وہ بہ نسبت بدی کے نیکی کی طرف زیادہ مایل تھا وہ اپنا روزہ رکھنا نمازیں پڑھنی حج کرنا زکوۃ دینی بھوکوں کو کھلانا مسجدیں اور کنوئیں بنوانا یاد کرکر اپنے دل کو تسلی دیتا تھا فقیروں اور درویشوں کی جو اُسنے خدمت کی تھی اپنے پیروں کو جنسے بیعت کی تھی اپنی مدد کو پکارتا تھا مگر دل کی بیقراری نہیں جاتی تھی — وہ دیکھتا تھا کہ اُس کے ذاتی اعمال کا اُسی تک خاتمہ ہے بھوکے پھر ویسے ہی بھوکے ہیں مسجدیں ٹوٹ کر یا تو کھنڈر ہیں اور یا پھر ویسے ہی جنگل ہیں کنوئیں اندھے پڑے ہیں نہ پیر اور نہ فقیر کوئی اُسکی آواز نہیں سنتا اور نہ مدد کرتا ہے — اُس کا دل پھر گھبراتا ہے اور سوچتا ہے کہ میںنے کیا کیا جو تمام ناپائدار چیزوں پر دل لگایا یہہ پچھلی سمجھہ پہلے ہی کیوں نہ سوجھی اب کچھہ بس نہیں چلتا اور پھر یہہ کہکر چلا اُٹھا "ہاے وقت ہاے وقت میں نے تجھکو کیوں کھو دیا" *

وہ گھبرا کر پھر کھڑکی کی طرف دوڑا اُس کے پٹ کھولے تو دیکھا کہ آسمان صاف ہے آندھی تھم گئی ہے گھٹا کھل گئی ہے تارے نکل آئے ہیں اُن کی چمک سے اندھیرا بھی کچھہ کم ہوگیا ہے

وہ دل بہلانے کے لیئے تاروں بھری رات کو دیکھ رہا تھا کہ یکایک اُس کو آسمان کے بیچ میں ایک روشنی دکھائی دی اور اُس میں ایک خوبصورت دلہن نظر آئی اُس نے ٹکٹکی باندھ کر اُسے دیکھنا شروع کیا جوں جوں وہ اُسے دیکھتا تھا وہ قریب ہوتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ اُس کے بہت پاس آگئی یہ اُس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران ہوگیا اور نہایت پاک دل اور محبت کے لہجہ سے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو وہ بولی کہ میں ہمیشہ زندہ رہنے والی نیکی ہوں اُس نے پوچھا کہ تمہاری تسخیر کا بھی کوئی عمل ہی وہ بولی ہاں ہی نہایت آسان پر بہت مشکل جو کوئی خدا کے فرض اُس بدوی کی طرح جس نے کہا تھا کہ ”واللہ لاازید ولاانقص“ ادا کرکر انسان کی بھلائی اور اُس کی بہتری میں سعی کرے اُس کی میں مسخر ہوتی ہوں دنیا میں کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہی انسان ہی ایسی چیز ہی جو اخیر تک رہیگا پس جو بھلائی کہ انسان کی بہتری کے لیئے کی جاتی ہی وہی نسل در نسل اخیر تک چلی آتی ہی نماز روزہ حج زکواۃ اُسی تک ختم ہوجاتا ہی اُس کی موت اُن سب چیزوں کو ختم کر دیتی ہی مادی چیزیں بھی چند روز میں فنا ہو جاتی ہیں مگر انسان کی بھلائی اخیر تک جاری رہتی ہی میں تمام انسانوں کی روح ہوں جو مجھکو تسخیر کرنا چاہے انسان کی بھلائی میں کوشش کرے کم سے کم اپنی قوم کی بھلائی میں تو دل و جان و مال سے ساعی ہو — یہہ کہہ کر وہ دلہن غایب ہوگئی اور بڈھا پھر اپنی جگہہ آ بیٹھا *

اب پھر اُس نے اپنا پچھلا زمانہ یاد کیا اور دیکھا کہ اُس نے اپنی پچپن برس کی عمر میں کوئی کام بھی انسان کی بھلائی اور کم سے کم اپنی قومی بھلائی کا نہیں کیا تھا اُس کے تمام کام ذاتی غرض پر مبنی تھے نیک کام جو کیئے تھے ثواب کے لالچ اور گویا خدا کو رشوت دینے کی نظر سے کیئے تھے خاص قومی بھلائی کی خالص نیت سے تو دیا ہی نہیں کیا تھا *

اپنا حال سوچ کر وہ اُس دل فریب دلہن کے ملنے سے مایوس ہوا اپنا اخیر زمانہ دیکھکر آیندہ کرنے کی بھی کچھہ اُمید نہ پائی تب تو نہایت مایوسی کی حالت میں بیقرار ہوکر چلا اُٹھا ”ہاے رفتہ ہاے وقت کیا پھر تجھے میں بلا سکتا ہوں ہاے میں دس ہزار دنیائیں دیتا اگر وقت پھر آتا اور میں جوان ہوجاتا“ یہہ کہہ کر اُس نے ایک آہ سرد بھری اور بیہوش ہوگیا *

تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ اُس کے کانوں میں میٹھی میٹھی باتوں کی آواز آنے لگی اُس کی پیاری ماں اُس کے پاس آ کھڑی ہوئی اُس کو گلے لگا کر اُس کی پیٹھ پر اُس کا باپ اُس کو دلاسا دیتا ہوا چھوٹے چھوٹے بھائی بہن اُس کے گرد آ کھڑے ہوئے ماں نے کہا کہ بیٹا کیوں برس کے برس دن روتا ہی کیوں تو بیقرار ہی کسلیئے تیری ہچکی بندہ گئی ہی اُٹھ منہہ ہاتھہ دھو کپڑے پہن تو روز کی خوشی منا تیرے بھائی بہن تیرے منتظر کھڑے ہیں تب وہ لڑکا جاگا اور سمجھا کہ میں نے خواب دیکھا اور خواب میں بڈھا ہوگیا تھا اُس نے اپنا سارا خواب اپنی ماں سے کہا اُس نے سنکر اُس کو جواب دیا کہ بیٹا بس تو ایسا مت کر جیسا اُس پشیمان بڈھے نے کیا بلکہ ایسا کر جیسا تیری دلہن نے تجھہ سے کہا *

یہہ سنکر وہ لڑکا پلنگ پر سے کود پڑا اور نہایت خوشی سے پکارا کہ ”او بھی میری زندگی کا پہلا دن ہی میں کبھی اُس بڈھے کیطرح نہ پچھتاؤنگا اور ضرور اُس دلہن کو پیاہونگا جسنے ایسا خوبصورت اپنا چہرہ مجھکو دکھلایا اور ہمیشہ زندہ رہنے والی نیکی اپنا نام بتلایا — اے خدا اے خدا تو میری مدد کر آمین“ *

پس اے میرے پیارے نوجوان ہموطنوں اور اے میری قوم کے بچوں اپنی قوم کی بھلائی پر کوشش کرو تاکہ اخیر وقت میں اُس بڈھے کی طرح نہ پچھتاؤ ہمارا زمانہ تو اخیر ہی اب خدا سے یہہ دعا ہی کہ کوئی نوجوان اُٹھے اور اپنی قوم کی بھلائی میں کوشش کرے آمین *

راقم
ایس - ایم - سید احمد

اشتہار

گذشتہ سوا دو برس کے پرچہ ہاے تہذیب الاخلاق بہ ترتیب ہمارے پاس موجود ہیں جس صاحب کو اُن کی خریداری منظور ہو مفصلہ ذیل قیمت پر مل سکتے ہیں *

تہذیب الاخلاق روز اجرا سے یعنی یکم شوال سنہ ۱۲۸۷ ہجری سے لغایت آخر سنہ ۱۲۸۸ ہجری بابت سوا برس کے ...	عہ
تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۸۹ ہجری	للعہ

مقام بنارس { راقم
سید احمد منیجر تہذیب الاخلاق

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ
محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا